ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

غلام احمد قادیانی

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ الفضل قادیان بٹالہ

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار ہفتہ میں تین بار فی پرچہ تین پیسے

الفضل

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی ۶ ششماہی للعہ سہ ماہی عہ

جماعت احمدیہ کا مسلمہ ارگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۱۶ | مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۲۵ء | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۰ محرم الحرام ۱۳۴۴ھ | جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے حضور نمازوں میں بھی تشریف لاتے ہیں۔ گو ابھی پاؤں کے زخم کی شکایت باقی ہے۔

صاحبزادہ منور احمد کو بہ نسبت پہلے آرام ہے۔ اور عزیزہ امۃ القیوم بھی خیریت سے ہے۔

مولوی سید سرور شاہ صاحب بعد نماز جمعہ مورخہ ۷ اگست پٹنہ روانہ ہوئے۔ اور انکے قائمقام شیخ عبدالرحمن صاحب افسر مدرسہ اور مولوی محمد اسمٰعیل افسر صیغہ بہشتی مقبرہ مقرر ہوئے۔

مولوی محمود جی صاحب۔ مولوی ارجمند صاحب۔ ماسٹر نور الٰہی صاحب ضلع ہزارہ اور ماسٹر محمد علی صاحب اور منشی غلام محمد صاحب بانڈھن برائے تبلیغ سلسلہ روانہ ہوئے۔

حافظ روشن علی صاحب موضع جامڑ یانوالی ضلع گوجرات ایک جلسہ کی تقریب پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے مالیر کوٹلہ تشریف لے جائینگے۔

ہفتہ گذشتہ میں حسب ذیل مہمان تشریف لائے۔ چودہری محمد لطیف صاحب سب جج جھنگ۔ مولوی محمد حسن صاحب مولوی فاضل ہانگ۔ منشی احمد جان صاحب فیروز پور۔ نصیر احمد صاحب ضلع منٹگمری۔ خدا بخش صاحب مڈھ رانجھا ضلع

مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام

(نوشتہ حکیم فضل الرحمن صاحب از سالٹ پانڈ)

الحمد للہ کہ کام کا وہ انبار جو میرے انگلستان جانے کی وجہ سے جمع ہو گیا تھا ختم ہؤا۔ اور مَیں نے اللہ کے فضل سے پھر کام پر قابو پا لیا۔ آج کل سخت موسلا دھار بارشیں ہو رہی ہیں۔ اس وجہ سے اس علاقہ کی زمینیں بھربھری سی ہو جانے اور بھاری موٹر لاریوں کی وجہ سے سڑکوں کی حالت نہایت خستہ ہو جانے کے باعث بارش کے موسم میں تمام سڑکیں محکمہ پبلک ورکس کے ماتحت مقفل کر دی جاتی ہیں۔ اور ان پر موٹروں کی آمد و رفت بند کر دیجاتی ہے سوائے اسکے کہ کسی کو خاص اور اشد ضرورت کے ماتحت نہایت ہلکی گاڑی لیکر چلنے کی اجازت نہ دے دی جاتی ہے لہذا ان دنوں میرا باہر جانا اور جماعتوں کے ساتھ کام کرنا بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اور سالٹ پانڈ قصبہ تک ہی کام محدود ہو جاتا ہے۔ جو زیادہ تر درس تدریس اور مدرسہ کی نگرانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ تعلیم الاسلام احمدیہ سکول سالٹ پانڈ میں اسوقت سات مدرس کام کر رہے ہیں۔ جنمیں سے چار مسلمان ہیں۔ ان چاروں کو مع سکوٹری مشن کے تعلیم دے رہا ہوں۔ تاکہ حسب ضرورت تبلیغ کے لئے باہر بھیجے جا سکیں ان کے علاوہ تین اور نوجوان ہیں۔ جن کو خاص تبلیغ کی غرض سے تعلیم دے رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ مجھے ایسی باتیں سکھانے کی توفیق بخشے جو سلسلہ کے لئے مفید اور نتیجہ خیز ہوں۔ اور ان لوگوں کو توفیق بخشے۔ کہ وہ اخلاص سے پڑھیں۔ اور اللہ کے دین کی خدمت کر سکیں۔

سکول سکول اللہ کے فضل سے ترقی کر رہا ہے۔ نائب وزیر تعلیم اور صاحب ڈسٹرکٹ کمشنر بہادر معائنہ فرما چکے ہیں۔ اور ہر دو صاحب نہایت خوش اور مطمئن ہو کر گئے۔ اور ہر ممکن امداد دینے کا وعدہ کیا۔

میری کوشش ہے۔ کہ جلد سے جلد سکول کو سرکاری امدادی فہرست میں شامل کیا جا سکے۔ اسوقت قریباً پچیس پو

(اطلاع ۱۵ء کی کاپیاں خراب ہوگئیں بعد میں شائع ہوگا مینیجر)

ماہوار مدرسین کی تنخواہیں دینا پڑتی ہیں۔ جس بوجھ کو یہاں کی لوکل جماعتیں اُٹھا رہی ہیں۔ لیکن یہ بوجھ بدوں اللہ کے فضل کے ہماری موجودہ طاقت سے بہت بڑھکر ہے۔ پھر مدرسہ کی اپنی عمارت کا بنانا نہایت لازمی ہے۔ جس کے بغیر سرکاری امداد نہیں مل سکتی۔ اور اس کے لئے اول تو زمین کا خریدنا پھر عمارت کا بنانا۔ یہ کام ایسے ہیں۔ جن پر بہت روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ میں کئی بار لکھ چکا ہوں۔ سکول کا مضبوط کرنا ہر طرح سے انشاء اللہ سلسلہ کے لئے مفید ہوگا۔ اس لئے احباب کی خدمت میں دعاؤں کے لئے عرض کرتا ہوں۔

انگریزی نظمیں

سکول کی ایک بہت بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہمارے اعلیٰ انگریزی دان احباب جو نظم لکھ سکتے ہوں۔ وہ انگریزی میں چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھ کر مجھے ارسال فرماویں۔ جن میں مختصراً اسلام کی تعلیم اور دیگر نصائح جو بچوں کے لئے مفید ہوں درج ہوں گویا ایک قسم کے Hymns ہوں میں اس کتاب کو چھپوالوں گا۔ اس علاقہ میں گانا سکول کے کورسوں میں رکھا جاتا ہے جس کا باقاعدہ امتحان ہوتا اور اس کی خاص امداد گورنمنٹ سے ملتی ہے۔ ہم عیسائی لوگوں کے گیت تو اپنے بچوں کو سکھا نہیں سکتے۔ مقصد تو سکول کا تبلیغ کی ایک راہ کھولنا ہے اس لئے چھوٹے چھوٹے گیتوں کی اشد ضرورت ہے۔ انہیں یہاں کی لوکل زبان میں ترجمہ کروا کر فائدہ عام کے لئے بھی شائع کیا جا سکتا ہے۔ یہاں کے مسیحی مسٹر فاکھار سے اچھے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ جو بہت اعلےٰ شاعر ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی نظم "نونہالان جماعت" میں نے ان کو یہاں کی زبان میں ترجمہ کرنے کے واسطے دی ہے لیکن ہمیں بہت سی نظموں کی ضرورت ہے۔ احباب ضرور اس طرف توجہ فرمائیں ؎

افریقہ کی زبان میں ترجمہ نماز

نماز کی کتاب بھی میں نے یہاں کی لوکل زبان میں ترجمہ کرنے کے واسطے دی ہے اس کی طباعت کے لئے روپیہ درکار ہوگا اللہ ہی دستگیر ہے۔ یہ پہلی کتاب سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں ہوگی۔ جو اس ملک کی زبان میں شائع ہوگی۔ اور جس کی اشاعت کی توفیق انشاء اللہ افریقن احمدیوں کو ملیگی ؎

مسجد اور مشن کے لئے قطعہ زمین

احباب گولڈ کوسٹ کی ایک اور خدمت جو قابل ذکر ہے۔ یہ ہے کہ دوستوں نے ہمت کر کے ایک قطعہ زمین جو قریباً ۱½ کنال ہے۔ مسجد اور مشن ہوس کے واسطے قریباً ایکسو بیاسی پونڈ پر خرید کر لیا ہے۔ اور سکول کے واسطے زمین کی تلاش میں ہیں۔ مگر ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہماری مدد فرمائے ؎

شکریہ

گذشتہ دنوں خاکسار کے پاس چار کس سندھی تاجر پانچ دن تک مہمان رہے۔ یہ صاحبان دیالداس اینڈ سنز کے کارخانہ اکرا میں کام کرتے تھے۔ میں اور محترم نیر صاحب انہی کے پاس اکرا میں جب جاتے تو مہمان رہتے۔ یہ کارخانہ اب بند ہو گیا ہے۔ اور مندرجہ بالا اصحاب واپس ہندوستان جا رہے ہیں۔ اس وجہ سے میرے محترم میزبانوں کو میرا مہمان رہنا پڑا۔ اور مجھے ان کی خدمت کرنے کی خوشی ہوئی۔ جاتے وقت لالہ ٹوپن داس صاحب نے ایک پونڈ نقد سکول کے بچوں کو مٹھائی تقسیم کرنے کے لئے دیا۔ اور مسجد میں روشنی کے واسطے ایک لیمپ بڑا خوبصورت خرید کر دیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

بدوہلی میں عیسائیوں سے مناظرہ

اس مباحثہ کے متعلق جو کچھ نور افشاں میں غلط بیانی کر کے اصل حقیقت پر پردہ ڈالا گیا ہے۔ اس لئے مختصراً اصل حالات شائع کئے جاتے ہیں:۔

۲۱ر تا ۲۶ر جون بدوہلی میں پادری عبد الحق صاحب و ڈاکٹر براؤن کے لیکچروں کی تفصیل کے متعلق ایک اشتہار نکلا تو جماعت احمدیہ بدوہلی کی طرف سے مرکز میں درخواست دیئے جانے پر مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل بھیجے گئے۔ ۲۱ر جون کو غیر احمدی مولوی صاحبان بھی تشریف لائے پہلے دن گویا ۲۱ر جون کو عیسائی صاحبان کی طرف سے دین حق پر مضمون تھا۔ ڈاکٹر براؤن صاحب مقرر تھے۔ تقریر کے ختم ہونے پر مولوی غلام احمد صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی تقریر پر نہایت عمدگی سے اعتراض کئے۔ جن کے جواب دینے سے ڈاکٹر صاحب تنگ آ گئے۔ تو قانون مناظرہ کو توڑتے ہوئے پادری عبد الحق صاحب آگے بڑھے۔ اور خلاف شائستگی اور تہذیب اپنی عادت کے مطابق حضرت جری اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر اعتراض کر کے جان چھڑانی چاہی۔ اور دوبارہ وقت مانگنے پر کہا۔ کہ میں باقی مسلمانوں میں سے ہر ایک کو وقت دینے کو تیار ہوں۔ لیکن احمدی مبلغ کو وقت نہیں دوں گا۔

۲۲ر کو پادری عبد الحق صاحب نے نجات پر تقریر کی۔ جس کے سوال و جواب کے واسطے مولوی نور حسن صاحب تھے جنہوں نے نہایت عمدگی سے نجات اسلامی کو پیش کر کے عیسائیوں کی نجات کو غلط ثابت کیا۔ ۲۳ر کو کفارہ پر بحث تھی۔ احمدی مولوی صاحب نے یہ تین سوال کئے۔ انجیل سے کفارہ کی تعریف اور ضرورت اور فائدہ پیش کرو۔ پادری صاحب ان کے جواب میں عاجز رہے۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں کر کے وقت ضائع کیا۔ ۲۴ر کو پادری عبد الحق صاحب کی تقریر مسیح عمانوئیل پر تھی۔ یہ دن پادری صاحبان کے واسطے سخت ہزیمت کا تھا مولوی غلام احمد صاحب نے پادری صاحب کی تقریر پر مندرجہ ذیل اعتراض کئے۔ جن میں ایک کا بھی حل ناممکن تھا۔ نور افشاں میں یہ بالکل غلط لکھا گیا ہے۔ کہ سوال یہ تھا کہ خدا لکھاتا جیتا اور حاجت روائی کرتا دکھلا دو۔ بلکہ سوال یہ تھے:۔

(۱) کہ کتاب مقدس سے خدا کے اپنے ظہور کا وعدہ دکھلاؤ کہ انسانی کیفیات سے متکیف ہو کر ظاہر ہو گا (۲) حضرت یسوع نے خود خدائی کا دعویٰ کیا ہو (۳) حواری صاحبان کا یسوع مسیح پر خدائی کا ایمان (۴) یسوع مسیح میں صفات الوہیت ثابت کرو۔

چونکہ ان صفات سے کتاب مقدس بالکل تہی دست ہے۔ اور اسی واسطے بار بار ان اعتراضوں کے دہرانے کے باوجود ایک بھی سوال کی تردید نہ کر سکے نہ ہی پادری صاحب اپنے مذہب کے متعلق کوئی عقلی اور نہ نقلی دلیل دے سکے۔

پادری عبد الحق صاحب پر احمدی مناظر کا اس قدر رعب تھا کہ مقامی عیسائیوں کی خواہش کے مطابق شرائط مباحثہ طے ہونے کے بعد صداقت مسیح موعود از انجیل و قرآن شریف ثابت کرنے پر جب عام اعلان کیا گیا جس میں عیسائی صاحبان بھی شامل تھے۔ لیکن افسوس کہ اگلے دن جبکہ عام جلسہ ۲۵ر کی صبح کو کیا گیا۔ اور حسب قرارداد جب سب لوگ جلسے میں پہنچے تو پادری صاحبان غیر موجود تھے۔ آخر دو گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ اور مولوی تاج الدین صاحب احمدی ٹیچر سکول گٹھیالیاں اور مولوی غلام احمد صاحب نے بائبل اور قرآن مجید سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور صداقتہ ہی اپنی معیار پر حضرت مسیح موعود کی صداقت کو صاف طور پر ثابت کیا۔ اور بڑے زور سے چیلنج دیا۔ کہ تحریری مباحثہ کے واسطے تاریخ مقرر کی جاوے۔ ۲۶ر کو پھر عام جلسہ کیا گیا۔ اور منادی کرائی گئی۔ اور مقامی پادری صاحبان کو زور سے چیلنج دیا کہ وہ پادری عبد الحق صاحب کو بالمقابل لائیں۔ تو ان کی شکست سمجھی جائیگی۔ اس قدر کہنے کے باوجود انہیں جرأت نہ ہوئی کہ مقابلہ پر آئیں۔ تقریر سنتے ہوئے آگے چل دئے۔ پھر واپس آئے اور بے ہودہ شور مچا کر چلے گئے۔ عبد الحق از بدوہلی۔

وی پی آتے ہیں

جن خریداران الفضل کا چندہ ۱۵ر اگست تک ختم ہوتا ہے ان کے نام وی پی ہونگے۔ جن کے وی پی واپس آئینگے تا وصولی قیمت ان کا پرچہ امانت میں رہے گا۔ باوجود سخت تاکید کے کچھ وی پی پچھلے ماہ واپس آئے۔ احباب کو خیال رکھنا چاہیئے کہ اس طرح پر خریداروں کی تعداد بجائے بڑھنے کے ایک حد تک کم ہو رہی ہے۔

منیجر الفضل ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم سہ شنبہ - قادیان دارالامان - مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۲۵ء

کابل کی طرف سے اٹلی کے الٹی میٹم کا جواب

کابل کے نادان اور کوتہ اندیش دوست

حکومت اٹلی نے کابل کو جو الٹی میٹم دیا تھا۔ وہ اس قدر سخت اور اتنا ذلیل کن تھا۔ کہ اس کے متعلق کابل کی ہوا خواہی کا دعویٰ کرنے والے ہندوستانی بہادروں نے بھی بڑے زور کے ساتھ یہی مشورہ پیش کیا تھا کہ اسکے جواب میں کابل کو اپنی طاقت اور قوت کی پوری پوری نمائش کرنی چاہیئے پھر جب اٹلی نے کابل کے اسلحہ اور زر و سیم پر قبضہ کر لیا تو یہاں تک کہدیا گیا۔ کہ اسکے مقابلہ میں کابل کو "نہایت قاہرانہ" کارروائی کرنی چاہیئے۔ جو بالفاظ "زمیندار" یہ تھی:۔

"افغانستان میں اطالویوں کی جتنی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد ہے۔ وہ فی الفور ضبط کی جانی چاہیئے جتنے اطالوی کابل میں مقیم ہیں۔ سب قید خانے میں ڈال دینے چاہئیں۔ اور اس کے بعد مسولینی (وزیر اعظم اٹلی) کو نوٹس دے دینا چاہیئے۔ کہ جب تک وہ اس بے ادبی کے لئے اظہار معذرت نہ کرے گا افغانستان میں اطالویوں پر عرصہ حیات تنگ رکھا جائے گا۔"

لیکن کابل نے یہی بہتر سمجھا۔ کہ اس مشورہ کو جو اس کے نادان دوست پیش کر رہے تھے۔ قبول نہ کرے۔ اور اٹلی کے تیز و تند الفاظ یا بالفاظ زمیندار "شاندار لفظی تہدید اور قاہرانہ" کارروائی کے متعلق ایسے الفاظ میں جواب دے۔ جو زبردست کے مقابلہ میں زیر دست کی عاجزی اور بے کسی کے مظہر ہوں۔ اس سے ان ہندوستانیوں میں جو یہ خیال کر رہے تھے۔ کہ کابل اٹلی کو وہ مزا چکھائے گا۔ جو آج تک اسے کسی نے نہیں چکھایا۔ سناٹا پیدا ہو گیا۔ اور کچھ دن دم بخود اور محو حیرت رہنے کے بعد وہی "زمیندار" جس نے "قاہرانہ کارروائی" کرنے کا نہ صرف مشورہ دیا تھا۔ بلکہ اس خیال سے کہ کابل کے نہایت ہی حلیم۔ بردبار اور آزاد ہی کے نام تک سے ناواقف لوگ اس سے قطعاً ناواقف ہونگے انہیں طریق بھی بتا دیا تھا۔ بجائے اس کے کہ کابل کے جواب کو پڑھکر اپنی نادانی اور کوتہ اندیشی پر ماتم کرتا۔ عجب انداز سے بولا۔ اور (۱) "افغانستان اور اٹلی" (۲) "مسولینی کی گیدڑ بھبکی کا جواب" اور (۳) "جنگل کا شیر گونج رہا ہے کچھار میں" کے تین عنوانوں کے ماتحت ایک سلسلہ مضامین "مولانا ظفر علیخان صاحب" کے قلم سے شائع کیا۔ جس میں سوائے لفاظی کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ نمبر اول کو پڑھکر پتہ ہی نہیں چلتا۔ کہ عنوانوں سے اس کا کیا تعلق ہے۔ دوسرے نمبر میں افغانستان اور اٹلی کا کچھ کچھ ذکر ملتا ہے مگر پھر بھی عنوانوں کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ یہی حال تیسرے نمبر کا ہے۔ اسکے بعد اطالوی انجنیئر کے متعلقہ واقعات کو دوہرا کر ان میں اپنی طرف سے رنگ آمیزی شروع کی ہے۔ جسے کئی پرچوں تک طول دیا گیا ہے۔ اس دفتر بے معنی کے متعلق صرف یہی دیکھ لینا کافی ہے۔ کہ اس میں اٹلی کے تہدیدی الفاظ تو تمام و کمال درج کئے گئے۔ کابل کے مال اور روپیہ کو ضبط کر لینے کا رونا رویا گیا۔ اور ایک شاہی جشن میں روما اور پیرس کے افغانی سفیروں کو مدعو کرنے کے بعد وزیر اعظم اٹلی کے انہیں یہ کہنے پر کہ "آپ کی دعوت منسوخ کی جاتی ہے۔ آپ لوگ جشن میں شریک نہیں ہو سکتے" خوب ٹسوے بہائے گئے ہیں۔ اور ان سب باتوں کے متعلق یہ کہکر دل ٹھنڈا کر لیا گیا ہے۔ کہ "بے حیا باش وہر چہ خواہی کن" لیکن کابل نے اسکے مقابلہ میں جو "قاہرانہ کارروائی" کی۔ "مسولینی کی گیدڑ بھبکی کا جو جواب" دیا۔ "جنگل کے شیر نے کچھار میں جو گونج پیدا کی" اسے درج بھی نہیں کیا گیا۔ چہ جائیکہ اسکی صفت و ثنا میں زمین و آسمان کے جو قلابے ملائے گئے ہیں۔ ان کا کوئی ثبوت پیش کیا جاتا۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں۔ کہ اٹلی کے مقابلہ میں کابل نے جو سرکاری طور پر جواب دیا۔ اسے ایک طول و طویل سلسلہ مضامین جو محض یہ دکھانے کے لئے لکھا گیا۔ کہ کابل نے کیسا زبردست اور منہ توڑ جواب دیا ہے۔ نقل بھی نہیں کیا گیا۔ اور اسکی بجائے کہیں ولایتی اخبار "مانچسٹر گارڈین" کے نامہ نگار کے الفاظ کا سہارا ڈھونڈا گیا ہے۔ کہیں "انگلش مین" کلکتہ کے "لورڈ رقی" کا خطاب دیکر اس کی شہادت صفائی میں پیش کی گئی ہے۔ اور سب سے بڑھکر جو تیر مارا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کابلی اخبار "امان افغان" کی طرف منسوب کر کے چند جلے کٹے فقرے نقل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ہے ساری کائنات افغانستان کی طرف سے اٹلی کے جواب کی۔ اور کچھار میں جنگل کے شیر کی "گونج" کی۔ مولوی ظفر علیخان صاحب نے خود مذکورہ بالا اخبارات کے حوالجات سے اپنے ناظرین کے قلوب میں یہی نقش بٹھانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ "انگلشمین" کا حوالہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"یہ تحریر جب اٹلی کے قونصل عمومی متعینہ دہلی کی نظر سے گذریگی۔ تو ان کی اور ان کی حکومت کی آنکھیں کھل جائینگی"

پھر اس سے بڑھکر "امان افغان" کے حوالہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اس عبارت کا ترجمہ جب مسولینی کے مطالعہ سے گذریگا۔ تو اس کا سارا نشہ پندار و نخوت ہرن ہو جائے گا اور اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ ساری دنیا یونان نہیں ہے جہیں گیدڑ اور لومڑیاں ہی بستی ہوں۔ اور جنہیں وہ ایک قلقاری مار کر بھگا سکتا ہو۔ اس جنگل میں کچھ شیر بھی ہیں۔ جن کی پہلی زہرہ گداز گونج اس نے سن لی۔ دوسری مرتبہ اگر یہ بپھرے ہوئے شیر گرجے۔ تو سارے اٹلی میں زلزلہ پڑ جائے گا۔ اور اطالوی ملوکیت کا ہوائی قلعہ پاش پاش ہو جائے گا۔ کیا مسولینی دنیا کو اس بھونچال کا تماشا دکھانا چاہتا ہے"

(زمیندار - ۳۰ جولائی)

ان سطور کو پڑھکر ہر معقول پسند انسان یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ اگر کابل کے جواب کی کچھ قدر و قیمت ہو بھی سکتی تھی۔ تو اسے مولوی ظفر علیخان صاحب کی نادانی اور کوتہ اندیشی نے بالکل نظروں سے گرا دیا۔ کیونکہ انہوں نے اصل جواب کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اخبارات کے ان بیانات پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی ہے۔ جنھیں حسب منشار خود بنا لینے میں انہوں نے کوتاہی نہیں کی ہوگی۔ جیسا کہ اسی مضمون میں انہوں نے "الفضل" کی طرف ایک خود ساختہ عبارت منسوب کر کے بہ تقاضائے دیانتداری یہاں تک احتیاط برتی ہے۔ کہ اس عبارت کے شروع اور اخیر میں بجز "" علامت بھی

لگادی ہے۔ تا پڑھنے والے یہ خیال کریں۔ کہ اس میں ایک لفظ کی بھی کمی بیشی نہیں کی گئی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کا ایک لفظ بھی ہمارا نہیں ہے۔ کیا مولوی ظفر علیخان صاحب میں جرأت ہے۔ کہ انکی تردید کر سکیں۔ اور بتائیں کہ انہوں نے ۲۸ جولائی کے "زمیندار" میں جو سطور ہماری طرف منسوب کی ہیں۔ وہ ہماری کس تحریر سے لی ہیں۔

خیر یہ تو مولوی صاحب کی دیانتداری کا حال ہے۔ لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ "انگلش مین" اور "امان افغان" کے حوالوں میں انہوں نے کوئی تحریف نہیں کی۔ اور انہیں "جنگل کے شیر کی گونج" بنانے میں ان کا دخل نہیں ہے۔ تو بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا کابل کی عنان حکومت "انگلش مین" اور "امان افغان" کے ایڈیٹر صاحبان کے ہاتھ میں ہے۔ اگر نہیں۔ تو پھر ان کے الفاظ میسولینی کی گیدڑ بھبکی کا جواب کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اور ان سے حکومت کابل کی طاقت اور قوت کا کس طرح اظہار ہو سکتا ہے۔ ان کے متعلق تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حکومت اٹلی کے ذمہ دار ارکان تک پہنچ بھی سکیں گے۔ پھر انکی حقیقت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ "زمیندار" کو اتنا تو دیکھ لینا چاہیئے تھا۔ کہ آج تک اس نے گورنمنٹ برطانیہ پر کیا اثر ڈال لیا ہے کہ "امان افغان" کی چند سطور اٹلی میں زلزلہ پیدا کر دینگی۔

دراصل "زمیندار" کا ایک دو اخبارات کے مشتبہ بیانات کو لیکر کابل کے جواب کو تقویت پہنچانا اور اصل جواب کی طرف رُخ بھی نہ کرنا اپنے آپ کو نادان دوست ثابت کرنا ہے۔ جبکہ کابل اٹلی کے مقابلہ میں حزم و احتیاط سے کام لینا مناسب سمجھتا ہے۔ اس سے اپنے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتا۔ اور اس کوشش میں ہے۔ کہ جس طرح ہو سکے۔ اٹلی کی دوستی حاصل کرے۔ اسی لئے اس نے نہایت نرم الفاظ میں اٹلی کو جواب دیا ہے۔ اور حال ہی میں اسکے متعلق "ڈیلی ٹیلیگراف" کی ایک طویل خبر اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ جس میں لکھا ہے:۔

"معتبر ذرائع سے خبر پہنچی ہے۔ کہ حکومت افغانستان نے اطالوی مطالبات کے پورا کرنے سے انکار نہیں کیا۔ بخلاف اسکے اٹالیہ کے احتجاج پر کابل میں نہایت ہی خلوص سے غور کیا گیا ہے۔" (تنظیم ۳۰ جولائی)

ان حالات میں "زمیندار" کے مضامین سوائے اسکے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ کہ انہیں تعریف ناشناس کہا جائے یا بکار خویش ہوشیار کا معاملہ سمجھا جائے۔ لیکن "زمیندار" خواہ کابل کو کچھ کا کچھ بنا کر پیش کرے۔ دنیا پر واضح ہو گیا ہے۔ کہ ایک معمولی سی حکومت کے مقابلہ میں جس کی دست برد سے محفوظ رہنے کے لئے کابل کو قدرتی جائے پناہ بھی حاصل ہے کس طرح نرمی اختیار کئے ہوئے ہے۔ اور ہمیں کے نہایت درشت اور تیز الفاظ لکھ کر بھی اپنی طرف سے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ کاش اسے بے کس اور بے بس احمدیوں کے قتل کی اجازت دیتے ہوئے اس احکم الحاکمین کا بھی کچھ خیال ہوتا۔ جس کے سامنے والئے کابل کو ایک دن ضرور پیش ہونا اور اپنے افعال کی جوابدہی کرنی ہے۔

"زمیندار" نے ان مضامین میں حسب معمول ہمارے خلاف بھی نیش زنی کی ہے۔ اور ہم نے فدیہ لینے کے بعد قتل کر دینے کو جو نامناسب قرار دیا تھا۔ اس پر اپنے سوقیانہ لہجہ میں مضحکہ اُڑایا ہے۔ حالانکہ ڈیلی ٹیلیگراف کی مذکورہ بالا خبر سے ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کابل کو اس غلطی کا احساس ہو رہا ہے۔ کہ:۔ "اس نے اطالوی انجنیر کو قتل کر دیا۔ درانحالیکہ مقتول نے جو رقم بطور خون بہا کے ادا کی تھی اس کی واپسی کا یقین نہیں دلایا گیا۔"

یہی ہم نے کہا تھا۔ کہ کابل اگر خونبہا وصول نہ کرتا۔ تو اسے مجرم کو قتل کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔

"زمیندار" وغیرہ نے کابل کو اٹلی کے متعلق جو مشورہ دیا تھا۔ اسے ناقابل عمل و ناقابل التفات قرار دیتے ہوئے کابل پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہو گا کہ ہندوستان کے مطلب پرست مسلمان اسکی بھلائی اور سودمندی کو مدنظر رکھ کر کوئی مشورہ نہیں دیتے۔ اور نہ ان میں عاقبت بینی اور دور اندیشی کا مادہ ہے۔ یہ صفات چونکہ ان میں سے قطعاً مفقود ہو چکی ہیں۔ اس لئے ہرگز اس قابل نہیں ہیں۔ کہ ان کی کسی رائے کو کچھ وقعت دی جائے ان کے مشورہ کی کوئی حقیقت سمجھی جائے۔ اور ان کی تعریف و توصیف کی کوئی پروا کی جائے۔

قتل مُرتد کے مُتعلّق مضامین کا اثر
ایک معزز ہندو کی رائے

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا جو مضمون "اسلام اور قتل مرتد" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔ وہ نہ صرف حق پسند اور صداقت شعار مسلمانوں میں دلچسپی اور شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ اور وہ اسے نہایت مدلل اور معقول قرار دیتے ہیں بلکہ غیر مذاہب کے سنجیدہ اور سمجھدار اصحاب کے ان شکوک اور اعتراضات کا ازالہ کر رہا ہے۔ جو اسلام کے خلاف ان کے دل میں تھے۔ اور جنہیں قتل مرتد کو اسلامی حکم قرار دینے والوں نے اپنے عمل اور قول سے بہت زیادہ مضبوط بنا دیا تھا۔

اس قسم کی تازہ مثال ذیل کی تحریر ہے۔ جو دفتر انسپکٹر آف سکولز میرٹھ کے ہیڈ کلرک جناب بابو بشمبر سہائے صاحب نے الفضل کے ان مضامین کے متعلق لکھی ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ظاہری اسباب حالات کو دیکھکر میرا عرصہ سے یہ خیال تھا۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اور تلوار سے جبریہ پھیلائے جانے کی اسمیں ہدایات ہیں۔ مگر شکر ہے۔ کہ اس اخبار گوہر بار کے پڑھنے سے مجھ کو یقین ہو گیا۔ کہ اسلام میں ایسی تعلیم ہرگز نہیں۔ کہ مذہب کے معاملہ میں جبر کیا جائے۔ بلکہ یہ محض مدعیان مذہب کی زبردستی ہے۔ اور ان لوگوں نے مذہب کو بدنام کر رکھا ہے۔" بشمبر سہائے۔

ایک معزز اور تعلیم یافتہ ہندو کی اس تحریر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرتد کے متعلق اسلام کی جو تعلیم ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ اسلام کی شان کو کس قدر بلند کرنے والی ہے۔ اور اسبارے میں ہمارے مخالفین کا جو خیال ہے۔ اسکی بنا پر غیر مذاہب کے لوگ اسلام پر جس قدر اعتراض کرتے رہے ہیں۔ وہ ان متعدد مضامین سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ جو احمدیوں کو مرتد قرار دیکر کابل میں قتل کر دینے اور ہندوستانی مولویوں اور ان کے ہم خیال اخبارات کا انکی حمایت کرنے پر شائع ہو چکے ہیں۔

پس پردہ چھپی ہوئی خلافت

ہم نے "الفضل" کے ایک گذشتہ پرچہ میں دریافت کیا تھا جب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ "جب تک دنیا میں ایک بھی مومن قانت موجود ہے۔ اسلامی خلافت برقرار رکھی جائیگی"۔ تو بتایا جائے۔ وہ خلافت کہاں ہے؟

معاصر "تنظیم" امرتسر (یکم اگست) نے بڑی سعی اور کوشش سے "اسلامی خلافت" کھوج لگا کر یہ اطلاع دی ہے کہ:۔

"مسلمانوں کی خلافت جمہوریہ عالیہ ترکیہ کے اقتدار۔ دولت عالیہ افغانیہ کے استقلال۔ مجاہدین مراکش و نجد کے زور بازو اور مسلمانان ہند و مصر کی دعاؤں کے پس پردہ چھپی ہوئی ہے۔ جو عنقریب منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر دشمنان خلافت کو خائب و خاسر کر کے رہیگی"۔

ہم معاصر موصوف کی "جستجوئے خلافت" کی داد دیتے ہوئے صرف اتنا دریافت کرتے ہیں کہ اتنے پردوں میں چھپی ہوئی خلافت اسے نظر کیونکر آگئی۔ اور کیا وہ جلوہ گر ہو کر سب سے پہلے جمہوریہ عالیہ ترکیہ پر ہاتھ صاف کریگی جس نے اسے پس پردہ چھپا دیا۔

64

عیسائی عورتوں کی جدوجہد اپنے حقوق کے متعلق

عیسائی ایک یہ بھی اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورت کی کوئی حیثیت قرار نہیں دی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط اور ناواقفیت پر مبنی اعتراض ہے۔ اسلام نے تمام مذہبی درجوں عورت کو مساوی درجہ عطا کیا ہے۔ اور دنیوی لحاظ سے والدین اور خاوند کی جائداد کے ایک خاص حصہ کا وارث قرار دینے کے علاوہ ایک رقم محض اس کی ملکیت قرار دی گئی ہے۔ جس کا نام مہر ہے۔ اسے وہ اپنی مرضی اور منشا کے ماتحت جہاں چاہے۔ خرچ کر سکتی ہے۔ لیکن خود عیسائیت میں عورت کی یہ حقیقت ہے۔ کہ مذہبی حقوق تو الگ رہے۔ دنیاوی لحاظ سے شادی کے بعد اسے اپنا نام بھی قائم و برقرار رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ یعنی شادی کے بعد ہر عورت کا نام اس کے شوہر کے نام پر رکھا جاتا ہے۔ اور اس کا پہلا نام متروک ہو جاتا ہے ۔

اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ عورتیں اپنی خوشی سے ایسا کرتی ہیں۔ اور اپنے نام کی بجائے خاوند کے نام کی طرف منسوب ہونا باعث فخر سمجھتی ہیں۔ کیونکہ وہ اسے اپنی ذلت اور ہتک قرار دے رہی ہیں۔ چنانچہ اخبار ڈیلی کرانیکل کا بیان ہے۔ کہ صنف نازک کے ایک حصے کا یہ خیال ہے۔ کہ

"عورت کی آزادی کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ شادی کے بعد اپنے نام کو بدل کر خاوند کے نام پر پکارے جانے سے پرہیز کرے "

اور یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ "لوسی سٹون لیگ آف امریکہ" کی ایک شاخ انگلینڈ میں کھولی جائے۔

لوسی سٹون لیگ نے اپنے جھنڈے پر یہ الفاظ لکھے ہیں

"میرا نام ہی میرا شناخت کا نشان ہے۔ اور یہ ہرگز ہرگز ضائع نہیں ہونا چاہیئے "

اس انجمن کا مدعا یہ ہے۔ کہ متاہلانہ زندگی کی لغت سے "مسز" کا لفظ محو ہو جانا چاہیئے۔ گویا اس طرح یہ لیگ تمام مستورات کے لئے وہی کام کرنا چاہتی ہیں۔ جو اس وقت تک بہت سی عورتیں اپنے لئے کر چکی ہیں۔ رقاصہ مصنفہ اور مصور وغیرہ عورتیں جو سلسلہ ازدواج میں منسلک ہونے سے پیشتر ہی لغوی طور پر اپنا کوئی اور نام رکھ لیتی ہیں۔ وہ اس نام کو اپنی شادی کے بعد بھی قائم رکھتی ہیں۔ کیونکہ یہ ہنر اور دولت کے لحاظ سے ان کی وہ ایک جائیداد ہوتی ہے۔ مگر بایں ہمہ اپنی پرائیویٹ زندگی میں عام طور پر وہ اپنے خاوند کا نام ہی پاتی ہیں۔ اور اگر کوئی قانونی معاملہ پیش آ جائے۔ تو بھی وہ اس نام کو اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔

اس کے بعد اخبار مذکور لکھتا ہے :۔ بڑی مزے کی بات یہ ہے۔ کہ اس امریکن لیگ کی بہت سی سرگرم کارکن عورتوں کو جو کہ اس کام کو دوسرے ملکوں میں بھی پھیلانا چاہتی تھیں یونائیٹڈ سٹیٹس کی طرف سے پروانہ راہداری دینے سے بدیں وجہ انکار کیا گیا ہے۔ کہ وہ باوجود بیاہی ہوئی ہونے کے یہ چاہتی تھیں۔ کہ بجائے ان کے خاوندوں کے ناموں کی آمیزش کے صرف ان کے زنانہ نام پر ہی انہیں پاسپورٹ مل جائیں ۔

ان حالات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ عیسائی عورتیں قانونی لحاظ سے کس قدر مجبور ہیں۔ کہ شادی کے بعد اپنے نام بدل دیں۔ گویا ان کی اپنی ہستی کچھ بھی نہ رہے۔ ہندوستان میں بعض عورتیں شوقیہ مسز کا لفظ استعمال کرتی ہیں۔ اور اپنے نام کی بجائے مسز فلاں لکھتی ہیں۔ انہیں اگر یہ معلوم ہو۔ کہ یورپین اور امریکن عورتیں اس سے کس قدر نالاں ہیں۔ اور ان کے حقوق پر اس سے کتنا بڑا اثر پڑتا ہے تو وہ بھی اس شوق سے باز آ جائیں ۔

آریہ سماج کا مسئلہ نیوگ

آریہ صاحبان یوں تو نیوگ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔ حتیٰ کہ اس مسئلہ پر بحث کے لئے چیلنج بھی دیا کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس قدر حمایت کے دعاوی کے کبھی انہوں نے یہ مطالبہ پورا نہیں کیا۔ کہ وہ آریہ گھرانے بتائے جائیں۔ جنہوں نے نیوگ کرا کر اولاد پیدا کی۔ اور ان لڑکوں اور لڑکیوں کے نام و نشان دکھائے جائیں۔ جو نیوگ کی برکت کا نتیجہ ہوں۔ حالانکہ یہ مطالبہ کوئی ایسا مطالبہ نہیں ہے۔ جو ناجائز اور ناروا ہو۔ کیونکہ بانی آریہ سماج سوامی دیانند جی نے نیوگ کی تفصیلات اور تشریحات بیان فرماتے ہوئے اس کے متعلق ضروری ہدایات دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ :۔

"جیسے علانیہ بیاہ۔ ویسے علانیہ نیوگ۔ جس طرح بیاہ میں نیک اشخاص کی صلاح اور دلہن دولہا کی رضامندی ہوتی ہے۔ ویسے نیوگ میں بھی ہونی چاہیئے۔ یعنی جب عورت مرد کا نیوگ ہونا ہو۔ تب اپنے خاندان میں مرد عورتوں کے سامنے ظاہر کریں۔ کہ ہم دونوں اولاد پیدا کرنے کی غرض سے نیوگ کرتے ہیں۔ جب نیوگ کا مدعا پورا ہو جائے گا۔ تب ہمارا قطع تعلق ہو گا "

(ستیارتھ پرکاش صـ ۱۳۳)

اس ہدایت کے ماتحت آریہ صاحبان کو اسی طرح نیوگ کی کارروائی کو پبلک میں لانا چاہیئے۔ جس طرح بیاہ شادیوں کو لاتے ہیں۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔ اور نیوگ کے واقعات کو بڑی احتیاط اور کوشش سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں ایک سناتنی اخبار "شدرشن چکر" دہلی (یکم جولائی) کی حسب ذیل سطور پڑھ کر ہمیں بہت حیرت ہوئی۔ جو اس نے آریہ صاحبان کو مخاطب کر کے لکھی ہیں۔ کہ

"ہمارے پاس سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ جب کہ آریہ دیویاں سائیوں کے ساتھ نیوگ کرتی ہوئی پکڑی گئیں۔ اور آریہ ودھوائیں آریہ سبھا سدوں کے ساتھ منہ کالا کرتی ہوئی دیکھی گئیں "

پھر اسی اخبار نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ آریہ دیویاں دیانند صاحب کی اس ہدایت پر کہ

"گیارھویں مرد تک عورت نیوگ کر سکتی ہے "

پر بھی عمل کرتی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے

"آپ کی دیویاں ہیں۔ کہ گیارہ خاوند تک کرنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتیں "

ہمارے خیال میں "شدرشن چکر" کو یہ باتیں طعن آمیز رنگ میں بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ آریہ صاحبان اپنے سوامی جی کے ارشاد اور ہدایت کے ماتحت ان پر عمل کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتے اور انہیں اپنے لئے ضروری احکام قرار دیتے ہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے۔ کہ ان احکام پر علی الاعلان عمل کریں۔ تاکہ معلوم ہو سکے۔ کہ وہ ان کی واجبی قدر و عزت کرتے ہیں ۔

کیا آریہ سنسکرت پڑھائیں گے

کچھ عرصہ ہوا جمعیۃ العلماء کے ناظم نے جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین سے بذریعہ خط یہ درخواست کی تھی۔ کہ عبدالحق صاحب ودیارتھی کو دو سال کیلئے مستعار دیں۔ تاکہ وہ جمعیۃ العلماء کے پیش کردہ اصحاب کو سنسکرت پڑھائیں۔ اس خط کا ذکر اخبارات میں آنے پر آریہ اخبار ملاپ (۲۹ جولائی) لکھتا ہے :۔

"مولوی صاحب خوشی سے سنسکرت کے مطالعہ کا مسلمانوں کو شوق دلائیں۔ لیکن یاد رکھیں۔ اس طرح مسلمان خود بخود شدھ ہو جانے کے لئے تیار ہو جائیں گے "

اگر یہ صحیح ہے۔ تو کیا اخبار ملاپ کوئی ماہر سنسکرت پنڈت ہمارے ہاں بھیجے گا۔ ہمارے طلباء کو سنسکرت پڑھانے۔ ہم تو اس کا مناسب معاوضہ دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ لیکن کوئی آریہ اسے منظور نہیں کرتا۔ پھر کس طرح سمجھ لیا جائے۔ کہ جو سنسکرت پڑھے۔ وہ شدھ ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ جو اسلام کی دینی کتب پڑھے۔ وہ ضرور اسلام کا دلدادہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر

[illegible]

مکتوبات امام علیہ السلام

چند سوالات کے جواب

(مرسلہ مولوی عبدالقدیر صاحب بی۔ اے افسر ڈاک)

ایک انگریزی تعلیم یافتہ صاحب کے چند سوالات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں پہنچے۔ ان کے جواب فائدہ عام کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

مسلمانوں کی ابتر حالت اور اسلام

سوال ۱۔ اگر اسلام کامل مذہب ہے۔ اور رسول کریم صلعم کامل انسان تھے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ آج اسلام ہر طرف سے بدنام ہے۔ اور اسلام کے نام لیوا بد اخلاقی۔ چوری راہ زنی وغیرہ میں مبتلا ہیں۔ اور وہ اعلےٰ خصلتیں جو ایک انسان کو کامل انسان بناتی ہیں۔ وہ سوائے مذہب سے دست بردار ہونے والے لوگوں کے دوسروں میں نہیں پائی جاتیں*

جواب۔ اسلام کا کامل مذہب ہونا اور مسلمانوں میں بعض عیوب کا پایا جانا یہ دو مختلف امر ہیں۔ دوائی خواہ کتنی ہی اعلےٰ ہو۔ جو کھاتا ہے۔ وہی فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے۔ اور وہ یہ کہ جس کے پاس اچھی چیز ہو۔ اور وہ اس کو استعمال نہ کرے۔ تو اس کے معنے کیا یہی نہیں ہوتے۔ کہ اس کی عقل میں فتور ہے۔ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کا اس سے غافل ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کی فطرتیں مسخ ہو چکی ہیں اور جب فطرتیں ہی مسخ ہو چکی ہیں۔ تو ان کا دوسری اقوام سے زیادہ بد اخلاق ہونا لازمی تھا۔ جو گو حق سے دور ہیں۔ مگر حق کی پیاسی ہیں۔ گو اسلام مانتی نہیں۔ مگر اس کی وجہ اسلام کی تعلیم سے نفرت نہیں۔ بلکہ اس زنگ کا نتیجہ ہے۔ جو ان کے دلوں پر رسوم و رواج اور ورثہ میں ملے ہوئے ایمان کے سبب سے پیدا ہو گیا*

کیوں مسلمانوں کی کہیں بھی عزت نہیں

سوال ۲۔ اگر دنیا میں کامیابی اور خداوند عالم تک رسائی کے لئے اسلام ہی ایک ذریعہ ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ کہیں بھی مسلمانوں کی عزت نہیں۔ اور ہر طرف سے ماریں کھا رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تک ان کی رسائی نہیں۔ ورنہ خدا ان کی ضرور سنتا*

جواب:۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ مسلمانوں کی کہیں رسائی نہیں۔ ان کی کہیں سنی نہیں جاتی۔ اور وہ چاروں طرف سے ماریں کھاتے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے۔ کہ کلی طور پر تمام کے تمام مسلمانوں نے خدا تعالےٰ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اگر کوئی اس طرف متوجہ ہے بھی تو محض رسم و رواج کے طور پر۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی ضرورت ہوئی۔ اگر مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت بھی حق پر قائم ہوتی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی جماعت بھی تو اس وقت دنیا میں فاتح نہیں ہے۔ تو درست نہ ہوگا۔ ہر شخص جو آنکھیں رکھتا ہے وہ دیکھ سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت فتح پا رہی ہے۔ فاتح قوم اس قوم کو نہیں کہتے۔ کہ جس دن وہ جنگ کا اعلان کرے۔ اسی دن دوسری قوم کے ملک پر قبضہ کرلے۔ بلکہ جب کوئی قوم برابر دوسری قوم کے ملک میں سے کوئی حصہ لیتی چلی جائے۔ اس کی طاقت روز بروز بڑھتی جائے۔ اور اس کا مقابلہ کرنے والوں کی طاقت کم ہوتی چلی جائے۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ یہ قوم فاتح ہے۔ اور اس کا دشمن مغلوب ہے۔ اور قوموں کی جنگیں ایک دو سال کی نہیں ہوتیں۔ نہ دس بیس سال کی بلکہ بعض دفعہ سینکڑوں سال تک جاری رہتی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں جب آپ کے مقابلہ میں صرف ایک قوم تھی۔ تین سو سال تک جنگ جاری رہی۔ اور اس وقت جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں ساری دنیا کی قومیں ہیں۔ اگر تین سو سال میں احمدیت غالب آ جائے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قوت سے کم از کم سو گنا زیادہ ہے۔ کیونکہ ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ کے دشمنوں کی تعداد اور ان کی قوت کئی سو گنے زیادہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلامی تعلیم کو لے کر آج سے ۳۵ سال پہلے کھڑے ہوئے تھے۔ ساری دنیا کے لوگوں نے ناخنوں تک زور لگایا۔ مگر اس ۳۵ سال کے عرصہ میں ایک بھی شکست آپ کو نہیں دے سکے۔ ہر میدان میں اور ہر مذہب اور ہر ملت اور ہر ملک کے مقابلہ میں آپ کو فتح ہوئی۔ اور ہر دشمن قوم میں سے آپ اپنے ماننے والوں کی ایک جماعت پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ ایسی نمایاں فتح ہے کہ اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ پھر آپ نے باتیں وہ نہیں منوائیں۔ جنہیں ماننے کے لئے دنیا پہلے سے تیار تھی۔ یا جن کو ماننے کے لئے زمانہ مجبور کر رہا تھا۔ بلکہ وہ باتیں منوائی ہیں جن کو خود مسلمان ۱۳۰۰ سو سال کی پرانی اور دقیانوسی کہہ رہے تھے۔ اور تعلیم جدید بظاہر جس کے مخالف ایستادہ تھی*

مسلمانوں کا تفرقہ

سوال ۳:۔ خود (مسلمان) ان کی یہ حالت ہے۔ کہ اگر ہر ایک کے خیالات کو اور اعمال کو دیکھا جائے۔ تو اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ جو ایک طالب حق کے لئے کافی ٹھوکر کا باعث ہے*

اگر ترکوں نے آج کچھ ترقی حاصل کی ہے۔ تو اسلام کو چھوڑ کر۔ ایران کی حالت بھی معلوم ہے۔ خود مکہ معظمہ جہاں سے اسلام نکلا تھا۔ اس کی حالت کس قدر ناگفتہ بہ ہے۔ کابل اپنے آپ کو اسلامی سلطنت کہلاتا ہے۔ اور مسلمان فخر سے اس کو کامل اسلامی سلطنت کہتے ہیں۔ مگر اس سے بڑھ کر درندہ۔ ظالم دنیا میں کوئی نہیں۔ خود کابل میں جس قدر بد ذاتی ہوتی ہے۔ سب کو معلوم ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ جب پھلوں کا یہ حال ہے۔ تو درخت کے متعلق ہم کیا خیال کر سکتے ہیں۔

جواب:۔ یہ آپ کا خیال درست نہیں ہے۔ کہ تفرقہ بھی کسی مذہب کے خراب ہونے کی علامت ہے۔ اگر یہ دعویٰ کیا جائے۔ کہ مذہب کے تمام کے تمام افراد نیک اور مذہب میں مضبوط ہوتے ہیں۔ تو بے شک تفرقہ اس مذہب کے غلط ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اکثریت سے کسی مذہب کی طاقت اور قوت کو دیکھا جاتا ہے۔ تو اکثریت ہمیشہ تفرقہ کے مضر پہلو کی مخالف رہی ہے۔ باقی رہا بادشاہوں کا سوال۔ موجودہ زمانہ کے مسلمان حکمرانوں کا اسلام کی تعلیم سے دور ہونا قابل تعجب امر نہیں مگر میں اس امر کو ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ کہ اکثر اسلامی بادشاہ اسلامی تعلیم سے دور رہے ہیں۔ کسی نے کہا ہے۔ ع

اے روشنئ طبع تو برمن بلا شدی

خود مسلمانوں نے روشنئ طبع سے مسلمان بادشاہوں کو بدنام کیا ہے اکثر اسلامی بادشاہوں کی جو حالت رہی ہے۔ اگر یورپ میں اس قسم کے بادشاہ ہوتے۔ تو یورپ کے لوگ یقیناً ان کو اولیاء اللہ کی صف میں شامل رکھتے۔ آپ کو یہ معلوم نہیں۔ کہ یورپ کی تاریخ کا نقطہ نگاہ اور اسلامی تاریخ کا نقطہ نگاہ بالکل مختلف ہے۔ یورپ کی تاریخ کا نقطۂ نگاہ حب الوطنی ہے۔ اس لئے جو بادشاہ ملک کی طاقت بڑھانے کا باعث ہو۔ خواہ وہ ذاتی طور پر کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو۔ لوگ اس کی تعریف ہی کریں گے۔ ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں ملک کو قوت حاصل ہوئی۔ حالانکہ اس نے مذہب کی خاطر اسی طرح لوگوں کو جلایا اور قید کیا۔ جس طرح اس کے بھائی بند کرتے تھے۔ مگر اہل یورپ اس کی بُرائی کبھی بیان نہ کریں گے۔ کیونکہ اس کے زمانہ میں انگلستان کی عزت دوسری یورپین قوموں کے مقابلہ میں قائم ہوئی۔ لیکن اسلامی مورخوں کا نقطہ نگاہ اسلامی تعلیم تھی۔ جب وہ کسی شخص کا عمل اسلامی معیار سے ادھر ادھر دیکھتے۔ فوراً اس کے پیچھے پڑ جاتے۔ اور اس کے عیوب ظاہر کرتے۔ تا اس شخص کے عمل کی وجہ سے اسلام پر کوئی اعتراض نہ آئے۔ اور اس بات میں انہوں نے اتنا غلو کیا ہے۔ کہ اب ان لوگوں کے عیوب قائم رہ گئے ہیں۔ اور نیکیاں مٹ گئی ہیں لیکن جو شخص تاریخ کا گہرا مطالعہ کرتا ہے۔ وہ اب بھی اس تنقید کے چھلکے کے نیچے سچائی کو جھلکتا ہوا دیکھتا ہے*

جماعت احمدیہ میں تفرقہ

سوال۔ حضرت مرزا صاحب دنیا میں تشریف لائے۔ مگر آپ کے چلے جانے کے بعد فوراً جماعت میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ اور قسم قسم کے خیالات کے لوگ پیدا ہو گئے ۔

جواب:۔ کسی جماعت میں تفرقہ ہونے کے متعلق جواب پہلے آچکا ہے۔ وہ تفرقہ جو احمدیہ جماعت میں پیدا ہوا۔ اس کی حقیقت ہم لوگ آپ لوگوں سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔ تفرقہ محض اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ بعض لوگ کمزور بھی ہیں۔ اور یہ لوگ بعد میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ خود نبی کے زمانہ میں بھی ہوتے ہیں۔ مگر یہ قدرتی امر ہے۔ کہ جو لوگ کسی کے ہاتھ سے تربیت پائیں۔ وہ اس کے سامنے کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد جب کوئی دوسرا شخص نگرانی پر مقرر ہوتا ہے۔ تو چونکہ وہ اس کے ساتھ مساوات کی زندگی بسر کر چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے زمانے میں اظہار اختلاف کر دیتے ہیں۔ بہت سے بھائیوں میں ماں باپ کی موجودگی میں اختلاف ہوتا ہے۔ مگر لڑتے جھگڑتے ماں باپ کی وفات کے بعد ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ کسی جماعت کے قلیل حصہ کا صداقت سے دور ہونا یا بعض عیوب میں مبتلا ہونا یہ امر جماعت کی کمزوری پر دلالت نہیں کرتا ۔

میں ایک اور نقطہ بھی آپ کی توجہ کے لئے آپ کو بتاتا ہوں۔ میرے نزدیک تربیت وقت چاہتی ہے۔ اور قوموں کی تربیت تو بہت ہی زیادہ وقت کی محتاج ہے۔ میرے نزدیک بحیثیت افراد کی اس قوت ایمانی کے جو موہبت کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ نبیوں کا زمانہ سب سے افضل ہوتا ہے۔ مگر عام معیار اخلاق کی بلندی جو لمبی نگرانی اور نسلاً بعد نسلٍ ارتقا کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ ایک عرصہ کے بعد پیدا ہوتی ہے ۔

ہندوستان کی خبریں

—— ہندوستان سے جو لوگ امسال حج کرنے کیلئے گئے تھے۔ ان کا پہلا قافلہ ۶ر اگست کو دہلی پہنچ گیا۔ سلطان ابن سعود نے مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد کے نام ایک خط ارسال کیا ہے۔ جس میں ان کی مساعی کا شکریہ ادا کیا ہے؛

—— سر سریندر ناتھ بنرجی کا ۶ر اگست کلکتہ میں انتقال ہو گیا۔ انہیں بنگال میں اتنا عروج حاصل تھا۔ کہ بنگال کا بے تاج بادشاہ کہا جاتا تھا۔ آپ ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے ۱۸۹۷ء میں آپ پونا کانگریس کے پریذیڈنٹ بنائے گئے۔ ۱۹۰۲ء میں احمد آباد کانگریس کے صدر بنے۔ متواتر آٹھ سال بنگال کونسل کے ممبر رہے ۱۹۱۲ء میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بنے۔ ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ بنگال کے وزیر بنے؛

—— سر ولیم برڈوڈ نے ۶ر اگست کمانڈر انچیف کے عہدہ کا چارج لے لیا ہے؛

حضور وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ ۶ر تاریخ ساحل ہند پر پہنچے۔ اور اپنے عہدہ کا چارج لارڈ لٹن سے لے لیا؛

—— ڈپٹی کمشنر کرنال نے اطلاع دی ہے۔ کہ پانی پت میں تعزیوں کا جلوس تین گھنٹے سے زیادہ رکا رہا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ تقریباً ایک ہزار دیہاتیوں نے جن میں زیادہ تر جاٹ تھے۔ تعزیوں کا راستہ روک لیا تھا۔ مقامی مجسٹریٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس ہجوم کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے سے باز رکھا۔ لیکن اس نے ان دونوں پر حملہ کر دیا۔ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ زخمی ہوا۔ ۶½ بجے کرنال سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس موٹر پر بیٹھ کر آئے۔ اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مذکورہ ہجوم کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔ پہلے تو اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن آخرکار پولیس بغیر گولی چلائے اسے منتشر کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس اثنا میں مسلمانوں نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا۔ تین سو سے زیادہ ہندو گرفتار کئے گئے۔ اور تین کانسٹیبل مجروح ہوئے؛

—— صوبہ پنجاب کے مسلمان سب ججوں کی ایک بے ضابطہ مجلس امرتسر میں منعقد ہوا۔ جس میں اس گمنام مکتوب پر غور کیا گیا۔ جو خواجہ عبدالصمد صاحب سینیر سب جج کے تعلق اور مقدمے کے متعلق شرارت پسند جماعت کی طرف سے محکمہ انصاف کے کارپردازوں کی خدمت میں بھیجا گیا ہے؛

—— سوا ان قیدیوں کے جن پر تشدد کے الزام میں مقدمے چلائے گئے تھے۔ باقی نابھہ کے تمام اکالی قیدی رہا ہو کر جیتو پہنچ چکے ہیں۔ شہیدی جتھوں کے ۲۰ جھنڈے ۱۹ پالکیاں اور بڑی کرپانیں وغیرہ جو حکومت نابھہ کے قبضہ میں ہیں۔ وہ واپس مل جاوینگی؛

—— بارہ بنکی میں ایک فقیر سمادھی لگا کر زمین میں دفن ہو گیا ہے اور اس کے متبعین اس کے "مدفن" کی حفاظت کر رہے ہیں۔ جہاں سے وہ اس کے زندہ و صحیح سالم برآمد ہونے کی امید رکھتے ہیں۔ روزانہ سینکڑوں آدمی اس مقام کی زیارت کے لئے آتے ہیں؛

—— ماہ نومبر میں کرنسی آفس سے پانچ پانچ روپے کے نئی شکل کے نوٹ پرانے نوٹوں کی جگہ جاری کئے جائیں گے۔ موجودہ دس روپے کے نوٹوں سے قدرے چھوٹے سائز کے ہیں۔ نئے نوٹوں کے اجراء کی وجہ یہ ہے۔ کہ چند ماہ پیشتر کلکتہ میں پانچ روپے کے بہت سے جعلی نوٹ جاری ہوئے تھے؛

—— کئی ہزار کی حاضری میں شریمتی سروجنی نائیڈو نے خالق دینہ ہال کے سامنے سنیچر وار شام کو لوکمانیہ تلک کے مجسمہ سنگ مرمر کی نقاب کشائی کی؛

—— پرتاب لکھتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ لاہور قلعہ میں اکالی لیڈروں کے خلاف جو مقدمہ چل رہا ہے۔ گورنمنٹ اسے واپس لینے پر غور کر رہی ہے؛

—— سرکاری حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سر محمد شفیع پنجاب یونیورسٹی کے آئندہ وائس چانسلر بننے والے ہیں؛

—— مسلم آوٹ لک رقمطراز ہے۔ کہ ۱۸۸۱ء میں پنجاب میں عیسائیوں کی مجموعی تعداد ۳۷۹۶ تھی۔ اس میں فوجی انگریز بھی شامل تھے۔ اور اس وقت یہاں غالباً کوئی ہندوستانی عیسائی نہیں تھا۔ مگر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس صوبہ میں عیسائیوں کی تعداد (۳۴۴۳۵۹) ہے۔ اور ان میں سے تقریباً (۳۱۵۰۳۱) ہندوستانی عیسائی ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد ۱۶۳۳۹۹ تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ محض گزشتہ دس سال کی مدت میں ان کی تعداد حیرت انگیز سرعت کے ساتھ کہیں سے کہیں پہنچ گئی؛

—— آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس سالانہ کے لئے (جو دسمبر آئندہ میں جوبلی کے موقع پر علی گڈھ میں ہوگا) مجلس استقبالیہ قائم ہو گئی ہے۔ جس کے صدر نواب ممتاز الدولہ محمد مکرم علی خاں صاحب رئیس بھیکم پور اور ناظم مولانا سید طفیل احمد صاحب مقرر ہوئے ہیں؛

—— شملہ میں کونسل آف سٹیٹس کا اجلاس ۲۶ر اگست سے شروع ہوگا۔ اور جب تک حکومت کے دفاتر شملہ میں قیام پذیر رہیں گے۔ اس کونسل کے اجلاس ہفتہ میں دو دفعہ برابر ہوتے رہیں گے۔ ۲۶ ر ۳۱ر اگست کی مجالس میں ضروری کارروائی ہوگی؛

—— مہاراجہ صاحب ریوا نے ۲ر اگست کو ریوا اور ستنا کے درمیان ٹنز برج (پل) کا افتتاح فرمایا یہ پل اپنی نوعیت کا عظیم ترین پل ہے؛

—— مسٹر پٹیل نے اخبارات کو یہ اطلاع دی ہے۔ کہ کلکتہ میں کانگرس کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ کوئی شخص جو کھدر پہنے ہوئے نہیں ہوگا۔ آئندہ سے نہ تو وہ کانگرس کے اجلاس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اور نہ اس کی کارروائیوں میں حصہ لے سکتا ہے؛

—— سیتا پور سے ایک المناک حادثہ کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ سوموتی اماوس کے تیوہار پر جب کہ عوام گومتی کے اشنان سے ثواب دارین حاصل کر رہے تھے۔ نیم سر کے قریب پانچ کشتیاں ڈوب گئیں۔ اور چالیس بندگان خدا دریا برد ہو گئے؛

—— کچھ عرصہ سے باواؤں اور ہندو بھگتوں کے ساتھ گوردوارہ نانک دیو کے متعلق پشاور شہر میں جھگڑا چل رہا تھا۔ طرفین میں فساد ہو گیا۔ ایک سکھ سخت زخمی ہوا۔ تقریباً بیس گرفتاریاں ہو چکی ہیں؛

—— الہ آباد ۸ر اگست، الہ آباد یونیورسٹی کی مجلس عاملہ نے یہ تجویز پاس کی ہے۔ کہ بجز وائس چانسلر کی اجازت کے کسی خاتون طالب علم کو مرد طلباء کے ساتھ بی۔ اے کی جماعت میں بیٹھنے کی اجازت نہ ہوگی؛

—— پانی پت ۸ر اگست۔ بہت سے جاٹ جو محرم کے فساد میں قید کئے گئے تھے۔ ضمانت پر رہا ہو گئے ہیں۔ یہ خیال ہے۔ کہ باقی بھی رہا ہو جائیں گے؛

—— شدھی اور دلت ادھار کا کام پوری طاقت سے چل رہا ہے۔ علی پور میں ۸۱ ممبران آریہ سماج کے ممبر بنے۔ ٹراونکور کے دو قصبوں میں آریہ سماج کی شاخ بھی کھول دی گئی ہے۔ گذشتہ مردم شماری کی دس سالہ رپورٹ میں پچاس ہزار ہندوؤں کو ٹراونکور میں عیسائی مذہب اختیار کیا تھا؛

—— مسٹر ایم۔ آر جمیو ناتھ ایر نے تامیل زبان میں دس سال کی محنت کے بعد ستیارتھ پرکاش شائع کیا ہے؛

شیخ صادق حسن صاحب رکن مجلس وضع قوانین ہند مجلس ہذا کے آئندہ اجلاس میں ذیل کی قرارداد پیش کریں گے (۱) ایسی حالت میں جب کہ مجلس وضع قوانین مدراس کی حتمی رائے ہے کہ مالابار محبوسین کو رہا کر دیا جائے۔ یہ اسمبلی حضور وائسرائے سے مستدعی ہے۔ کہ ان مالابار قیدیوں کی رہائی کا اعلان عام کر دیا جائے جنہیں ہنگامہ مالابار کی پاداش میں سزائیں دی گئیں ہیں (۲) یہ اسمبلی حضور وائسرائے سے درخواست کرتی ہے۔ کہ آئندہ تمام سرکاری کاغذات کتب وا مثلہ میں اصطلاح "محمڈن" و "محمڈنزم" کی بجائے "مسلم" اور "اسلام" کا استعمال کیا جائے

(شیخ عبدالرحمن صاحب مصری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا)